پارٹ - II

سوال نمبر 5:- اسلام میں اجتہاد کے تصور اور اس کے اصولوں کو واضح کریں۔ دور جدید میں اس کی اہمیت کو بیان کریں۔

تعارف:-

مسلمانوں کے پاس جو دین ہے اس میں کسی بھی دور کے انسانوں کو پیش آنے والی ہر ضرورت کے سلسلے میں مکمل راہنمائی موجود ہے یعنی قرآن وسنت میں ہر مرض کی دوا پائی جاتی ہے۔ جس میں سے ایک اجتہاد بھی ہے۔ جو قرآن وسنت میں سے شرعی حکم نکالنے کا نام ہے۔ ہر انسان اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کام کی انجام دہی کے لئے اعلیٰ درجے کی علمی صلاحیت درکار ہوتی ہے۔ اسلام نے اجتہاد کے واضح اصول اور تصور بیان کیا ہے۔ جس سے تمام انسانوں کی بھلائی ہو سکے اور ٹھوس اسلامی احکام سے زندگی کے نئے مسائل کا سامنے کیا جا سکے۔ اجتہاد کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ قرآن حکیم نے ناپاک چیزوں کو حرام اور پاک چیزوں کو حلال فرمایا۔ ان دونوں کے مابین مشتبہ چیزیں باقی رہیں۔ حضورؐ نے اپنے اجتہاد کے ذریعے ان کی تصریح فرمائی کہ ہر درندہ جانور اور کنج پنجہ دار حرام ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہ صفا مروہ خدا کی نشانیاں ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے اجتہاد کرتے ہوئے حکم دیا

کہ چونکہ صفا کا لفظ پہلے آیا ہے اس لئے حج میں سعی کی ابتدا صفا سے کی جائے۔

2) اجتہاد کا مفہوم:-

اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنا، اپنی طرف سے زور لگانا، صحیح رائے تلاش کرنا کے ہیں۔ اجتہاد کی اصطلاحی تعریف امام غزالی رح یوں فرماتے ہیں:-

"مجتہد کا شرعی احکام کے علم کی تلاش میں اپنی کوشش کرنا۔"

3) قرآن مجید سے اجتہاد کا ثبوت:-

اجتہاد کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ملتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی احکام شرع پر غور کرنے اور اختلافی مسائل پر اصل کی طرف رجوع کرنے کو واجب کہا ہے۔

اجتہاد کے حق میں اللہ تعالی نے سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا:-

"اور جنھوں نے ہمارے راستے میں جدوجہد کی ہم انھیں اپنا راستہ دکھا دیں گے۔"

4) سنت نبویؐ سے اجتہاد کا ثبوت:-

آپؐ کے اقوال و افعال سے بھی اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو ان سے پوچھا "اے معاذؓ! فیصلہ کس طرح کرو گے؟" حضرت معاذ بن جبلؓ نے جواب دیا "اے نبیؐ! جب میرے سامنے کوئی مسئلہ آئے گا تو میں سب سے پہلے اس کو **"کتاب اللہ"** سے حل کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر اس مسئلے کا حل قرآن مجید سے نہ نکلتا ہو تو میں **"حدیث"** کی طرف رجوع کروں گا اور اگر اس کا حل حدیث سے بھی نہ ملتا ہو تو پھر اس کے بعد میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتوں گا" آپؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

5) اصول اجتہاد:-

عبدالصمد صارم الازہری اپنی کتاب "تاریخ الفقہ" میں لکھتے ہیں: بعض مسائل و معاملات کے متعلق خود آنحضورؐ حکم دیتے تھے۔ بعض میں اصحاب سے مشورہ فرماتے تھے جیسے اذان کے معاملے میں یا اسیران جنگ بدر کے معاملے میں۔ مشورے کی غرض تربیت ہر صحابی کے نہ تھی۔ بلکہ ان حضرات سے مشورہ

کیا جاتا تھا جن کا علم و عقل و تجربہ وسیع تھا، حافظہ باشی یا تقویٰ و طہارت پر ہی اس کا انحصار تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اور اکثر اصحاب صحبت رسول کریم ﷺ سے اچھی طرح مستفید ہوئے تو حضور ﷺ نے بعض اصحاب کو اجتہاد و فتویٰ کا مجاز کر دیا۔

ان مجتہد اصحاب کے سوا کوئی دوسرا شخص فتویٰ دینے کا مجاز نہ تھا۔ ان اصحاب کا اصول اجتہاد **کتاب و سنت پر قیاس** تھا۔ چونکہ رائے اور قیاس کا معاملہ تھا۔ سب کا علم و عقل یکساں نہ تھا۔ اس لئے اختلافات ہونا بھی لازمی تھا۔

بعض مسائل میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ حضور ﷺ سن کر بعض دفعہ فریقین کے اجتہاد کو پسند فرماتے اور بعض دفعہ ایک فریق کے استنباط پر اظہار پسندیدگی فرماتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"علماء میری امت کے امین ہیں۔"

لہٰذا اس حدیث کی رو سے اجتہاد کرنے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔

6) عبادات اور معاملات میں اجتہاد۔

اجتہاد میں عبادات و معاملات سے لے کر فردی

و بین الاقوامی امور سب شامل ہیں۔ حضرت عمر نے مطلقہ عورت کے نفقہ و رہائش پر بھی مجتہدانہ غور و فکر کر کے بتایا اور مفتوحہ علاقوں سے حاصل شدہ مال غنیمت کی مجاہدین میں تقسیم کے لئے بھی نیا طریقہ اختیار فرمایا تھا۔

7) مجتہد کے لئے شرائط:

مجتہد کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:-

i) قرآن مجید کا علم:

مجتہد کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کے معارف، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، قرآن کا متواترہ، محکم و متشابہ، قصص اور امثال وغیرہ کی مکمل پوری معرفت رکھتا ہو۔

ii) سنت رسول ﷺ کا علم:

مجتہد کے لئے لازم ہے کہ وہ احادیث رسول ﷺ کا بھی عالم ہو۔ احادیث کے ناسخ و منسوخ اور اسباب نزول سے بھی واقفیت رکھتا ہو، احادیث کے متن کے ثبوت اور اس کے متعلق اسماء الرجال کے علم سے بھی کامل آگاہی رکھتا ہو۔

(iii) اجماع وقیاس کا علم:-

قرآن و سنت کے بعد مجتہد کے لئے ضروری شرط ہے کہ اسے اجماع اور قیاس کا بخوبی علم ہو۔ قیاس سے متعلق امام شافعی کا قول ہے:۔

"جو قیاس کو نہیں جانتا، وہ فقیہ نہیں۔"

(iv) عربی زبان کا علم:-

قرآن مجید اور حدیث پاک کی زبان عربی ہے بلکہ خالق ارض و سما کے کلام میں عربی میں ہے۔ چنانچہ عربی زبان کی گرامر، شاعری اور اسلوب کی قدرت پر کامل دسترس از حد ضروری ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:-

"مجتہد کو اتنا علم ضرور ہونا چاہیے جس سے عربوں کے خطابات اور عربی زبان میں ان کے طریقوں کو سمجھا جا سکے۔"

4) اجتہاد کی اہمیت:-

اسلامی قانون کو ہر دور کے حالات اور ثقافتوں سے ہم آہنگ رکھنے کے سلسلہ میں اجتہاد کی اہمیت و افادیت کی محتاج نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے ہی

قانون کی تشریح کے لئے اجتہاد کیا جاتا رہا۔

حضرت عمر فاروق رض جنہیں **امام المجتہدین** بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اجتہاد کی اہمیت پر خصوصی توجہ دی۔ اپنے دور خلافت میں آپ رض نے اسلام کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے فیصلے کئے گئے۔

امام ابو حنیفہ رح فرمایا کرتے تھے کہ:-
جب کوئی حل طلب معاملہ در پیش ہو تو سب سے پہلا میں کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں، لیکن واضح حل نہ ہونے کی صورت میں نبی کریم ص کے اقوال سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صحابہ کرام رض کے طریق کار کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بات مجھے مناسب معلوم ہو اسے اپنا لیتا ہوں اور کسی دوسرے کا اتباع نہیں کرتا۔ جہاں تک دوسرے فقہا کی تقلید کا معاملہ ہے مجھے بھی اجتہاد کا اسی طرح حق ہے جس طرح انہیں حاصل تھا۔

اسی طرح امام مالک رح سنت نبوی ص کی پیروی کرتے تھے اور رائے و اجتہاد سے گریز کرتے تھے۔

9) دور جدید میں اجتہاد کی اہمیت:-

دور جدید میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جو اس دور کی اپنی پیداوار ہیں جب کہ شریعت کے اصول تو ابدی و لافانی ہیں۔ ان اصولوں

کی روشنی میں درپیش مسائل کا حل ضروری ہے۔ اگر صرف ایسی اجتہاد پر عمل کیا جائے جو قرون اولیٰ میں ہو چکا تو شاید دورِ حاضر میں شریعت پر چلنا مشکل ہو جائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اصول کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ ہاں اصولوں کی روشنی میں جو قوانین وضع کیے جاتے ہیں، ان میں وقت کے ساتھ ساتھ ضرورت کے مطابق تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ **ایران** میں پارلیمنٹ سے بالاتر علماء کی ایک کونسل قائم ہے جو اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ کہیں پارلیمنٹ نے کوئی غیر شرعی قانون تو نہیں منظور کیا۔ **پاکستان** میں یہ کام سینیٹ کا ادارہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس میں ٹیکنوکریٹس خالصتاً ایسے لوگ لیے جائیں جو دین میں اجتہاد کی صلاحیت کے حامل ہوں۔

بقول اقبالؒ:

؎ جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

10) خلاصہ بحث:

اجتہاد کی ضرورت جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو تھی، آج کے مسلمانوں کو بھی ہے۔ اس لئے رائج فقہی مسائل پر نظرِ ثانی کی جائے اور ان کے احکام کی چھان پھٹک کی جائے۔

سوال نمبر 6:- اسلام میں اقلیتوں کی حیثیت اور کردار پر بحث کریں۔ اسلام کس طرح زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کے حقوق کو یقینی بناتا ہے۔ وضاحت کریں۔

1) تعارف:-

اسلام نے جس طرح مسلمانوں کو الگ الگ مقام اور حقوق عطا کیے ہیں، ویسے ہی غیر مسلموں کو بھی ان کے نمایاں حقوق عطا کیے ہیں۔ دین اسلام نے پہلی اسلامی ریاست "مدینہ منورہ" میں غیر مسلموں کو جو حقوق عطا کیے وہ آج کی جدید دنیا کے لئے روشن مثال ہیں۔ دین اسلام اقلیتوں کو مکمل طور پر آزادی فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے زندگی گزار سکیں اور ان کو مذہبی آزادی بھی دی گئی ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ ان پر کسی قسم کا بھی جبر نہ کیا جائے اور نہ ان سے زبردستی اسلام قبول کروایا جائے۔ جس طرح مسلمان آزاد ہیں، اسی طرح تمام غیر مسلم بھی اپنی زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو میں آزاد ہیں۔

2) اہمیت از روئے قرآن:-

قرآن مجید میں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے

میں واضح ارشاد موجود ہے۔

"دین کے معاملے میں جبر روا نہیں۔"
(البقرہ)

اس آیت میں غیر مسلموں کے حقوق کی اہمیت واضح کر دی گئی ہے۔

(ج) دین اسلام میں اقلیتوں کے حقوق

(۱) زندگی کے تحفظ کا حق:-

جس طرح ایک مسلمان کی زندگی محفوظ ہے، اسی طرح اسلامی ریاست ایک غیر مسلم شہری کو بھی زندگی کا تحفظ فراہم کرتی ہے۔
اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

ترجمہ:- "جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔"

نبی کریم ﷺ کے دور میں ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کے لئے حکم دیا

اور فرمایا:۔

"غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔"

(i) نجی زندگی کے تحفظ کا حق:۔

اسلام میں ہر شخص کی نجی زندگی کی اہمیت ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے ذاتی امور میں دخل اندازی کر سکتا ہے۔ یہ حق ایک مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے لیے برابر ہے۔

(ii) مال کے تحفظ کا حق:۔

ایک غیر مسلم شہری کا مال بھی اتنا ہی محفوظ ہوگا جتنا ایک مسلمان شہری کا۔ حضرت علی رض کا ارشاد ہے:۔

اموالھم کاموالنا

ترجمہ:۔ "ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں۔"

اگر کسی غیر مسلم نے شراب کی دکان کھولی ہے یا وہ خنزیر کے گوشت کا کاروبار کرتا ہے اور کوئی مسلمان اس کے کاروبار کو لوٹ لیتا ہے اس مسلمان پر تاوان ضرور لازم ہوگا کہ وہ اس کی قیمت ادا

واپس کرے۔ فقہ حنفی کی ایک کتاب میں درج ہے:

"مسلمان اس کی شراب اور اس کے سود کی قیمت ادا کرے گا، اگر وہ اسے تلف کر دے۔"

۱۷) مذہبی آزادی کا حق:-

اسلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ جس طرح مسلمانوں کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہے اسی طرح اقلیتوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عبادات اپنے مذہب کے مطابق آزادی سے ادا کریں اور ان کو کسی بھی قسم کی پریشانی یا اذیت نہ دی جائے اور انہیں ان کی عبادات سے روکا جائے۔

۷) معاشی آزادی کا حق:-

غیر مسلم شہری کا پر رزق کمانے میں کوئی پابندی نہیں۔ وہ ہر کاروبار کر سکتا ہے جو مسلمان کرتے ہوں سوائے اس کاروبار کے جو ریاست کے لئے اجتماعی طور پر نقصان کا سبب ہو جیسے منشیات، جسم فروشی، سودی کاروبار وغیرہ۔

اس کے علاوہ وہ ہر طرح کا پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔

(vii) معاشرتی آزادی کا حق:۔

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو عائلی قوانین (نکاح، طلاق) میں اپنے عقیدے کے مطابق کی آزادی حاصل ہے۔ ان پر کوئی روک ٹوک نہیں۔

(viii) اقلیتوں کی حفاظت، اسلامی ریاست کی ذمہ داری:۔

اسلامی ریاست غیر مسلموں سے کوئی فوجی خدمت نہیں لیتی اس لیے وہ مالیاتی طور پر حصہ ڈالتے ہیں جیسے جزیہ کہتے ہیں۔ اس کے بدلے میں اسلامی ریاست ان کی جان، مال، عزت، اور آبرو کی محافظ ہوتی ہے۔ حضرت عمر رض نے ایک ذمی (غیر مسلم) کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیوں بھیک مانگ رہے ہو۔ اس نے کہا "بوڑھا اور ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے۔" حضرت عمر رض نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اسے اپنے گھر سے کچھ دیا۔ بیت المال کے فنانس سیکرٹری کو حکم دیا اس جیسے افراد سے جزیہ ختم کر دو۔ کیونکہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں کہ جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا جائے اور بڑھاپے میں ان کو رسوا۔

اس لئے اسلامی ریاست اقلیتوں کے حقوق کی محافظ ہے۔

4) غیر مسلموں کو حقوق عطا کرنے میں میثاقِ مدینہ کی اہمیت:

i) بنیادی اصول:

- ریاست کی حاکمیتِ اعلیٰ
- دفاعی امور کی نگرانی و قیادت
- امتِ مسلمہ کا امتیازی تشخص
- بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری

ii) آئینی حقوق:

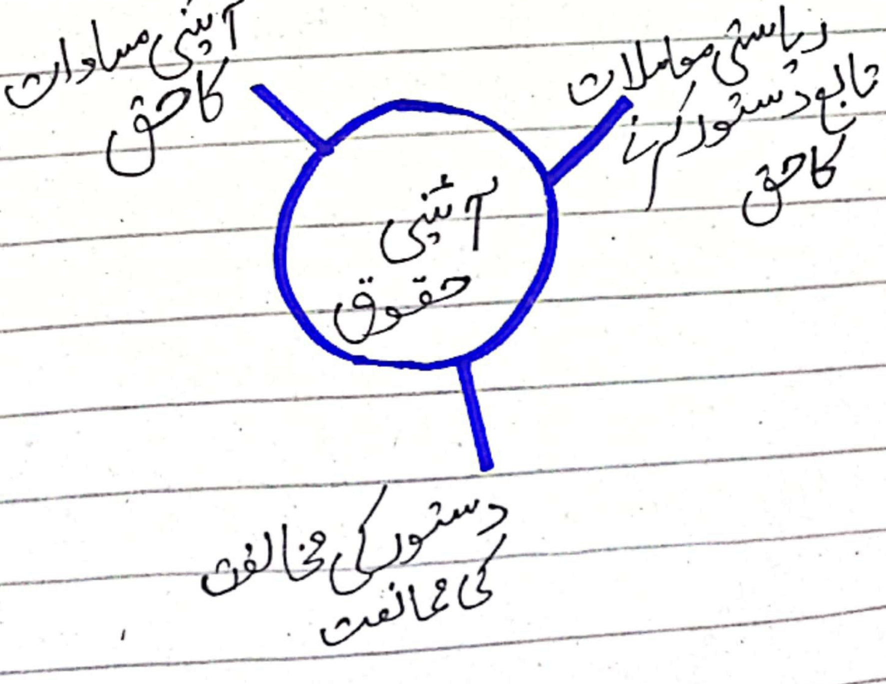

iii) قانونی حق:-

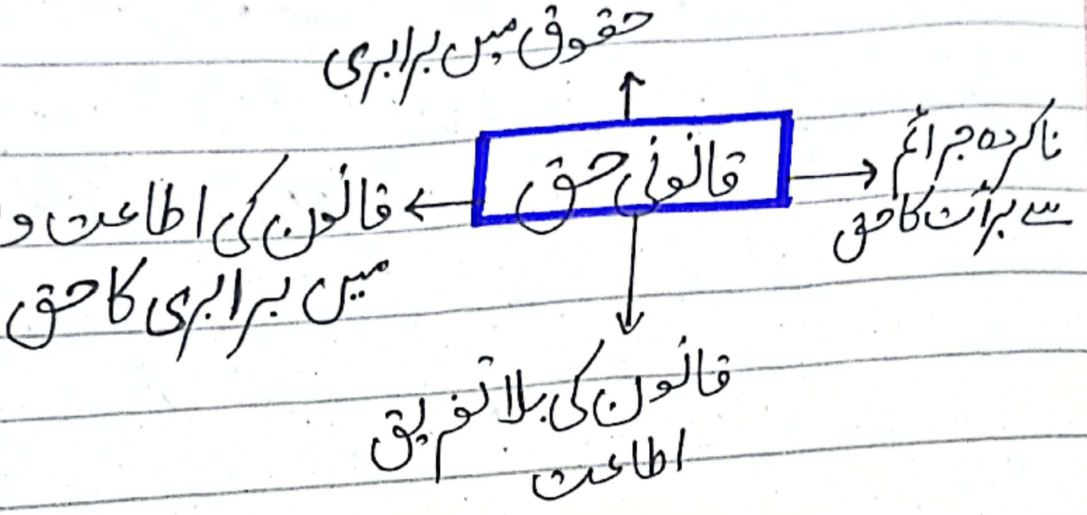

5) حاصل بحث:-

اسلام نے تمام طبقات کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ چاہے ان حقوق کا تعلق خواتین سے ہو، بنیادی انسانی حقوق سے ہو، غیر مسلموں کے حقوق سے ہو یا عام افرادِ معاشرہ کے حقوق ہوں۔ مغرب میں انسانی حقوق کا آغاز 1215ء کے میگنا کارٹا سے ہوتا ہے۔ جب کہ اسلام میں انسانی حقوق کا تحفظ پہلی وحی سے ہوتا ہے۔ اور پھر خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ تمام انسانی طبقات کے حقوق کو بیان کیا ہے۔ اس کی مثال انسانی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔

سوال نمبر 8:-

1- اسلام میں احتساب

(1) تعارف:-

کسی حکومت کا قانون و آئین خواہ کیسا ہی مرتب و منظم ہو، اگر ذمہ دار حکام کی نگرانی اور اُن پر نکتہ چینی و تنقید کا اہتمام نہ ہو تو یقیناً تمام نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ احتساب پبلک ایڈمنسٹریشن میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ذاتی معاملات میں نرمی اگرچہ رحمت عالم ﷺ اور خلفائے راشدین کا شیوہ تھا لیکن انتظامی معاملات میں وہ کسی قسم کی نرمی بھی روا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آفیسر یا گورنرز سے جب بھی کوئی خلاف قانون کام ہو جاتا تو اُس کی انتہائی سختی سے باز پرس کی جاتی تھی۔ اسلام میں احتساب کے دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ سرکاری ملازمین اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ وہ عوام کے سامنے بھی جواب دہ ہیں۔ لہٰذا احتساب کا یہ نظام سرکاری ملازمین کے اوپر ایک اخلاقی اور نفسیاتی اثر رکھتا ہے جس سے وہ ایمانداری اور انصاف کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

2) احتساب کا مفہوم:-

احتساب کے لغوی معنی "حساب دینا" کے ہیں۔ مفہوم کے اعتبار سے "ذمہ داری کا جواب دینا" ہے۔ احتساب کرنے والے کو "محتسب" کہتے ہیں۔

3) احتساب کی اہمیت:

i) از روئے قرآن:-

احتساب کی اہمیت قرآن مجید میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے۔ اس حوالے سے آیت قرآنی ہے!-

ترجمہ:- "لوگوں کے لئے اُن کے حساب کا وقت قریب آپہنچا، مگر وہ غفلت میں پڑے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔"

(القرآن)

سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:- "مالک ہے روزِ جزا کا۔"

ان تمام ارشادات سے مومن کو یقین ہوتا ہے کہ اسے ایک دن اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہونا ہے اور اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔

3) ازروئے حدیث:-

احادیث کی روشنی میں بھی احتساب کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے:-

"خبردار! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے اور مسلمانوں کا سب سے بڑا سردار جو سب سے بڑا حاکم ہے وہ بھی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔"

(صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے:-

"کسی حاکم کا اپنی رعایا میں تجارت کرنا بدترین خیانت ہے۔"

4) احتساب سیرت طیبہؐ کی روشنی:-

عمال (گورنرز) کا احتساب

تاجروں کا احتساب

محتسبین کا تقرر

5) احتساب خلفائے راشدین کے عہد میں:-

i) عہد صدیقی رضؓ میں احتساب:-

عہد صدیقی میں مالک بن نویرہ ایک منکر زکوٰۃ تھا۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضؓ اس تنبیہ پر مامور ہوئے لیکن انہوں نے زبانی ہدایت سے پہلے ہی اسے قتل کر ڈالا۔ مالک بن نویرہ کا بھائی شاعر تھا، جس نے اپنے بھائی کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا اور ظاہر کیا کہ وہ تائب ہونے کو تیار تھا مگر سیدنا خالد رضؓ نے محض ذاتی عداوت کی بناء پر اسے قتل کر دیا۔ اس کی اطلاع دربار خلافت تک پہنچی تو اس غلطی پر سیدنا خالد رضؓ سے سخت باز پرس ہوئی لیکن وہ جس کام پر مامور کئے گئے، اس کے لیے کوئی دوسرا موزوں نہ تھا، اس لیے ان کا عہدہ برقرار رکھا گیا۔

ii) عہد فاروقی رضؓ میں احتساب:-

عہد فاروقی رضؓ میں موسم حج میں اعلان عام تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً بارگاہ خلافت میں پیش کرے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے شکایت کی فلاں عامل نے مجھے بلاوجہ کوڑے مارے۔ سیدنا عمر رضؓ نے فریادی کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو کوڑے لگائے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے التجا کی کہ گورنرز

پھر یہ عمل مشکل ہوگا۔ اس پر سیدنا عمر رضؓ نے فرمایا کہ
"یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ملزم سے بدلہ نہ لوں۔"

(iii) عہد عثمانی رضؓ میں احتساب:-

عہد عثمانی رضؓ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضؓ نے بیت المال سے ایک کثیر رقم بطور قرض لی جو وہ واپس ادا نہ کر سکے۔ سیدنا عثمان رضؓ نے ان سے سختی سے باز پرس کی اور انہیں معزول کر دیا۔

(iv) عہد علوی رضؓ میں احتساب:-

ملکی نظام میں اہم ترین کام یعنی گورنرز کی نگرانی سیدنا علی رضؓ نے بھی خاص اہتمام کیا۔ آپ رضؓ جب کسی گورنر کو معزول کرتے تو اس کو نہایت مفید گراں قدر نصیحتیں کرتے تھے۔

(5) خلاصۂ بحث:-

احتساب کسی بھی معاشرے اور حکومت کے لیے بہت ضروری امر ہے۔ احتساب ذاتی حیثیت میں بھی ہے اور حکومتی حوالے میں بھی ہے۔ مسلمان حکمران جہاں عوام کے سامنے جوابدہ ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جوابدہ ہیں۔

ب۔ اسلامی تہذیب کی خصوصیات

1) تعارف:۔

اسلامی تہذیب و تمدن ابتدا سے ہی نمایاں مقام کی حامل ہے۔ اسلامی تہذیب کی پہچان اور شناخت میں سب سے اہم عقائد ہیں۔ عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت۔ جہاں تک اسلام کے نظام عبادات کا تعلق ہے تو دنیا کی کسی دوسری تہذیب میں عبادات کا ایسا جامع تصور نہیں جیسا اسلامی تہذیب میں ہے۔ عبادات کے علاوہ انسانی وقار، اخوت، عدل، طہارت، باہمی تعاون، بنیادی انسانی حقوق، امن و بھائی چارہ، تحمل و بردباری، صبر و برداشت، سماجی انصاف قانون کی حکمرانی، شخصی آزادی جیسی خصوصیات اسلامی تہذیب و تمدن کو نمایاں مقام عطا کرتی ہیں۔

2) نمایاں خصوصیات:۔

ا) عقیدۂ توحید:۔

اسلامی تہذیب کی بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے جو کہ اسلامی تہذیب کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاخلاص میں فرمایا گیا ہے:۔

قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد

ترجمہ:
"فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کسی نے جنا۔ اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں۔"

(ii) عقیدۂ رسالت:
اسلامی تہذیب کی دوسری خصوصیت عقیدۂ رسالت ہے۔ مسلمان اپنی پوری زندگی نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق گزارنا چاہتے ہیں۔
بقول اقبال:

درد دلِ مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

(iii) عقیدۂ آخرت:
اسلامی تہذیب کی تیسری بڑی خصوصیت عقیدۂ آخرت ہے جو انسان کو جزا و سزا کا ایک مکمل نظام فراہم کرتا ہے جب کہ مغربی تہذیب جزا و سزا کے تصور سے بالکل ماورا ہے۔ اگر عقائد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مغربی تہذیب خدا کے مقابلے میں خواہش، رسالت کے مقابلے میں عقل اور آخرت کے مقابلے میں جزا و سزا سے خالی زندگی کی بنیاد پر قائم ہے۔

(۱۳) عبادات:-

اسلامی تہذیب میں عقائد کے بعد عبادات اہم خصوصیات کی حامل ہیں۔ عبادات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان چاہے مشرق میں ہوں یا مغرب میں، اپنی ان تہذیبی اقدار سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ ممکن حد تک ان پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

(۱۴) انسانی مساوات:-

اسلامی تہذیب کی ایک بڑی خصوصیت مساوات ہے۔ اسلام طبقاتی تقسیم، قوم و قبیلہ، رنگ و نسل کے فرق و امتیاز کا قائل نہیں۔ اسلامی تہذیب میں امیر و غریب، آقا و غلام اور عربی و عجمی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

بقول اقبال:-

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

(۱۵) عدل و انصاف:-

قرآن کریم اور احادیث طیبات میں بارہا عدل و انصاف کا حکم ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

"عدل کرو۔ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

vii) اخوت و بھائی چارہ:-

اسلامی تہذیب کی ایک اہم صفت اخوت ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی جذبے سے مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک تمام مسلمان وحدت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

"بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

viii) امر بالمعروف و نہی عن المنکر:-

اسلامی تہذیب کی ایک اہم خوبی جو اسے دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ جس کا مطلب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ اس فریضے کی تکمیل کی بنا پر اس امت کو "خیر الامت" کے لقب سے نوازا گیا۔

3) خلاصہ بحث:-

اسلامی تہذیب و تمدن کی خصوصیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب فکری اعتبار سے اپنے اندر بہت مواد رکھتی ہے۔ جہاں تک عملی میدان کا تعلق ہے تو اسے اب بھی بہت چیلنج کا سامنا ہے جن کا سامنا مسلمانوں کو اپنے عمل سے کرنا ہے۔